THE ALHAKAM.

ان تنصروا اللّٰہ ینصرکم ویثبت اقدامکم

الحکم

چھپا دستِ ہمت میں زورِ قضاء ہے
مثل ہے کہ ہمت کا حامی خدا ہے

شرح قیمت
ہر صورت میں پیشگی
وصول ہوگی ؛
مربیان الحکم سو عنہ
معاونین ، عنہ
عام قیمت ہ،
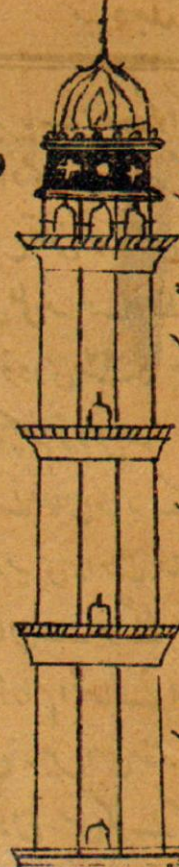
ایڈیٹر و مالک شیخ یعقوب علی صاحب تراب احمدی عرفانی

قادیان دارالامان مورخہ ۷ نومبر ۱۹۲۱ء	سلسلہ الجدید	ج

مژدہ آمدِ جان بخش امام الاسلام

(عبدالحی عتیق حیدرآبادی)

مرقومہ ذیل وہ قصیدہ ہے جسے عبدالحی عتیق حیدرآبادی نے حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ کی کشمیر سے تشریف آوری پر مورخہ ۲۹ ستمبر ۱۹۲۱ء بعد نماز ظہر بحضوری اقدس پڑھ کر سنایا تھا۔

سنتے ہیں دور سے آتا ہے کوئی مستِ خرام
بادہ کش دیر سے بیٹھے ہیں پلا ساقی جام
شکر صد شکر نسیم سحری لائی ہے
مژدہ آمدِ جان بخش امام الاسلام
للّٰہ الحمد کہ برآئیں مرادیں دل کی
آ گئے بفضل عمر ماضی رنج و آلام
شان ستاری معبود کے صدقے جاؤں
نامرادی نے چھپایا ہے کفن سے اندام
ان کے ہاتھوں میں ہے بیماری حرماں کی دوا
جنکے قدموں سے لگا بیٹھا ہے انجاحِ مرام
ان کے ہونے سے مشخص ہے وجودِ صحت
جیسے ہوتے ہیں اضافت سے ممیز اعدام
مرحبا شانِ کرم فیہ شفاءٌ للناس
حبذا فیض اعم فیہ صلاح للعام
عادل و عالم و یکتائے زمانہ محمود
فاضل و افضل و فرزانہ فہیم و فہام
اوس سے چمکا مہ انور میں جمالِ احسان
اس سے پایا شہِ خاور نے کمالِ انعام
فیض ایثار و کرم جس کے خطوطِ کفِ دست

(انوار احمدیہ پریس قادیان باہتمام شیخ یعقوب علی تراب احمدی عرفانی پرنٹر و پبلشر کے چھپا)

علم و تمکین و ادب جس کے نقوشِ اقدام
صاحبا فیض پناہا و عقیدت گاہا

میری اُمید نے باندھا تیرے در پر احرام
سامنے تیرے ہے آئینہ لوحِ محفوظ

ہاتھ میں تیرے ہے سر رشتۂ اصلاح انام
تیری تعلیم ہے اک رابطۂ علم و عمل

تیری ترمیم ہے اک ضابطۂ حسنِ نظام
تیری تحقیق مٹا دیتی ہے اشکالِ عقیم

تیری تصدیق جلاتی ہے حجاب اوہام
یہ ملی نعمتِ عظمٰے تمہیں اسے فضلِ عمر

باعثِ احمدِ موعود امام الایام
یا الٰہی یہ تمنا ہے بصد عجز و نیاز

ظلِّ محمود رہے سر پہ جماعت کے مدام
آمین ثم آمین

پیارے حبیب کی پیاری باتیں

(۱) میں پہلی مرتبہ دارالامان فروری ۱۹۰۸ء میں آیا جب حضرت اقدس علیہ التحیہ والسلام کا وجود باجود ہم میں موجود تھا۔ یوں تو حضرت اقدس کی مہمان نوازی اور اکرام ضیف کے قصے زبان زد خاص و عام ہیں۔ لیکن میں اپنا ایک ذاتی تجربہ بیان کرتا ہوں۔ جس سے معلوم ہو گا۔ کہ علاوہ خلیل اللہ جیسی مہمان نوازی کے حضور کو اپنے اون خدام کے وابستگان کا جن کو اس دار فانی سے رحلت ہوئی۔ ایک عرصہ گذر گیا تھا۔ کتنا خیال تھا اور اون کی کیسی دلجوئی حضور فرماتے تھے۔ میں جس دن یہاں پہونچا۔ تو ماسٹر عبد الرحیم صاحب نیر مبلّغ اسلام متعینہ نائیجیریا نے حضور کو ایک رقعہ کے ذریعہ مجھ جیسے ہیچمیرز آدمی کے آنے کی اطلاع کی۔ اور اس میں اس تعلق کو بھی بیان کیا۔ جو مجھے حضرت مولانا حسن علی صاحب واعظ اسلام رضی اللہ عنہ سے جن کی وفات فروری ۱۸۹۶ء میں واقع ہوئی تھی) تھا۔ میں نے بچشم خود دیکھا۔ اور اپنے کانوں سے سنا۔ کہ حضور نے مہمان خانہ کے مہتموں سے کو بلا کر سخت تاکید میری راحت رسانی کی فرمائی۔ وہ بیچارے کچھ پریشان سے ہو گئے میں نے اونہیں یہ کہکر کہ میں یہاں آرام اٹھانے اور ناز برداری کرانے نہیں آیا ہوں۔ میں اس مقصد کے حصول کی کوشش میں آیا ہوں۔ جس کو لے کر حضور مبعوث ہوئے ہیں۔ ان کو مطمئن کیا۔

(۲) ایک واقعہ جس سے حضرت اقدس کا استغناء ظاہر ہوتا ہے۔ اونہیں ایام میں جب میں یہاں مقیم تھا۔ میں اکثر عزہ و احباء کو بیٹھا بیٹھا تبلیغی خط لکھا کرتا تھا۔ میرے دور کے رشتہ داروں میں ایک صاحب جناب سید امیر حسن خاں صاحب سی۔ آئی۔ ای سابق پریسیڈنسی مجسٹریٹ کلکتہ ہوتے تھے۔ اسی سلسلہ میں میں نے اونہیں بھی ایک خط لکھا۔ اور ریویو آف ریلیجنز انگریزی کی خریداری کی تحریک کی۔ انہوں نے بڑی خوشی سے خود بھی خریداری منظور کی۔ اور اپنے خرچ پر ایک رسالہ امریکہ یا انگلستان میں کسی شخص کے پاس بھجوانا منظور کیا۔ میں نے ان کے پاس جب رسالہ بھیجا تو اونہوں نے نہایت غور و فکر و ذوق شوق سے اسے پڑھا۔ اور ایک لمبا خط اس کی تعریف میں مجھے لکھا۔ انہوں نے یہ بھی لکھا۔ کہ میں بیمار ہوں حضرت اقدس کی خدمت میں میری صحتیابی کے لئے

الحکم
بسم اللہ الرحمن الرحیم

قادیان دارالامان ۔ ۷ ۔ نومبر ۱۹۲۱ء

بولو شری کرشن بھگوان کی جے

عزیزم شیخ محمود احمد صاحب ایڈیٹر الحکم کی خواہش ہے۔ کہ الحکم کے لئے حضرت مسیح موعود کی پاک سوانح پر کچھ لکھوں۔ کسی مہاپرش اور عظیم الشان شخص کی سوانح پر کچھ لکھنا بہت مشکل ہے۔ آج ایک دنیا زبان حال سے مسیح موعود کے برکات اور فیوض کو تسلیم کرتی ہے۔ قلوب اعتراف کرتے ہیں۔ مگر قلم میں وہ طاقت کہاں کہ اس پاک انسان کی خوبیوں کو بیان کرسکے۔ اور پھر پاک انسان بھی کون وہ جس کی بعثت نے مذہبی دنیا میں ایک زلزلہ بپا کر دیا۔ اور جس کی ایک نگاہ ڈاکوؤں کو ولی بنا دینے کے لئے کافی اور جس کی توجہ قوموں کو تہ وبالا کرنے کے لئے بس تھی۔ اور جس کی انگلیوں کے ساتھ دنیا کے امن کی تاریں الجھی ہوئیں تھیں۔ اور جس کے قلم میں برقی لہریں بھری ہوئی تھیں۔ جو اس کے سامنے آیا چاروں شانے چت گرا۔ اور جس کا وجود طوفان میں چٹان تھا۔ جس نے اس کی پناہ ڈھونڈی وہ امن میں آگیا۔ اور جس نے مخالفت کی گویا کہ اس نے طوفان سے ٹکر لگا کر اپنے سر کو پھوڑ دیا ۔

وہ عظیم الشان وجود عیسائی جس سے لرزاں آریہ جس سے ترساں سکھ جس سے خائف ۔ ایسے انسان کے کارناموں کے بیان کرنے کے لئے قلم قطعی عاجز ہے۔ مگر عزیز کی اخلاص سے بھری ہوئی فرمائش مجھے مجبور کرتی ہے۔ کہ میں کچھ لکھنے کی جرأت کروں ۔

گو اس وقت میری عمر چھوٹی تھی۔ مگر اس زمانے کے اخبارات کے فائل اس امر کے شاہد حال ہیں۔ کہ جب حضرت مسیح موعود کا ظہور ہوا ۔ تو ہندوستان میں عیسائی اور آریہ اور برہمو وغیرہ مذاہب کا بہت چرچا اور دور دورا تھا ۔ سچ تو یہ ہے ۔ کہ عیسائی اور آریہ پوری تیاری اور جوش کے ساتھ اسلام پر حملہ آور ہو رہے تھے ۔ مسلمان کثرت سے عیسائی اور آریہ مذہب کی طرف جا رہے تھے ۔ اور خصوصاً مسیحی مذہب نے تو اسلامی قلعہ میں ایک زبردست سوراخ بنا دیا تھا ۔ کہ اگر اور چند روز یہی حالت رہتی تو مسلمان درگور ۔ اور مسلمانی در کتاب کا عملی نمونہ دنیا کے سامنے آجاتا ۔ مگر وہ خدا جو اسلام کا محافظ ہے ۔ اس نے ایسے فیج اعوج اور تارو تاریک زمانہ میں حضرت مسیح موعود کو اسلام کی کشتی بھنور سے پار اتارنے کے لئے بھیجا ۔ جس نے غیر مذاہب کو چاروں شانے چت گرا کر اسلام کی صداقت کو روز روشن کی طرح نمایاں کر دیا ۔ حضرت مسیح موعود نے دنیا کو یہ ثابت کر دیا ۔ کہ اسلام ایک شمس ہے اور دیگر مذاہب ٹمٹماتے ہوئے سیارے اور ستارے ۔

اور ہر ایک مذہب کے لئے ایک ایسا کاری حربہ چلایا جس نے اس مذہب کی جڑوں کو کھوکھلا بنا دیا ۔

عیسائی مذہب جو مسلمانوں کو کھائے جا رہا تھا ۔ کیونکہ جب مسیحی لوگ مسلمانوں کے سامنے یہ ثابت کرتے تھے ۔ کہ تمہارا نبی تو فوت ہوگیا ۔ اور ہمارا نبی آسمان پر زندہ بلا یا گیا ۔ تو مسلمانوں سے کوئی جواب نہیں بن پڑتا تھا ۔ سوائے اس کے کہ وہ مسیح کی فضیلت کا اقرار کریں ۔ مگر اس خدا کے پیارے نے دنیا پر از روئے دلائل وبراہین یہ ثابت کر دکھلایا ۔ کہ جس طرح اور خدا

کے برگزیدہ بندے طبعی موت مرے۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی موت کا پیالہ چکھا۔ یہ مسیحی مذہب پر ایک ایسا زبردست حربہ تھا۔ جس نے مسیحی مذہب کی جڑوں تک جنبش دیدی۔ مجھے خوب یاد ہے کہ میں بلوچستان میں آج سے پندرہ سال قبل جناب شمس الدین خانصاحب مہتمم بندوبست کے پاس محرر تھا وہ احمدی نہیں تھے۔ مگر انہوں نے اس زمانہ میں مجھے کہا۔ کہ وفات مسیح نے سچ پوچھو تو عیسائیوں کی کمریں توڑ دی ہیں۔ اگر یہ حربہ نہ چلایا جاتا۔ تو مسلمانوں کیلئے بہت مشکلات تھے۔ گو دوسرے اس حربہ کو محسوس نہ کریں مگر اس کی قدر آپ ذرا عیسائیوں سے دریافت کیجئے۔ جو احمدیوں سے مباحثہ کرتے ہوئے کانوں پر ہاتھ دھرتے ہیں۔ گویا یہ وہ عظیم الشان حربہ تھا۔ جس نے مسیحی مذہب میں ایک زلزلہ بپا کر دیا۔ اور اس کی بنیادیں ایک طرح سے ہل گئیں ؎

اب اس کے دوسرے درجہ پر آریہ مذہب تھا کیونکہ یہ تازہ اور جدید فرقہ تھا۔ اس کے حوصلے بڑھے ہوئے اور اس کے جوش کی کوئی حد نہ تھی۔ اس مذہب کے فدایان نے بھی اسلام کو ہی تختہ مشق بنایا۔ مگر اسلام کے اس بہادر پہلوان نے آریہ مذہب پر ایک ایسا زبردست حربہ چلایا۔ کہ جس نے آریہ مذہب کی بنیادیں تک ہلا دیں۔ سب سے پہلے آریہ مذہب کے مایہ ناز عقیدہ نیوگ کو حضرت مسیح موعود نے ہی پبلک کے پیش کیا اب چونکہ مسئلہ نیوگ اس قدر شہرت حاصل کر چکا ہے۔ کہ مجھے اس سے معروف کرانے کی کوئی چنداں ضرورت نہیں۔ اور اس معاملہ نے آریہ دوستوں کو اس قدر شرمندہ اور پریشان بنایا۔ کہ آج ایک دنیا گواہ ہے۔ حتیٰ کہ آریہ سماج کے ایک بڑے لیڈر شری مہاتما منشی رام حال سوامی شردہانند کو بھی نیوگ کے خلاف اپنی آواز بلند کرنی پڑی اور پشاور کیس

اور پٹیالہ کیس میں اس مسئلہ نیوگ کی وجہ سے آریہ دوستوں کو جس قدر خفیف اور سبک ہونا پڑا۔ وہ ایک کھلی ہوئی صداقت ہے۔ مگر آریہ مذہب کی اس عقیدہ عظیم کو سب سے اول حضرت مسیح موعود نے ہی دنیا کے سامنے رکھا۔ جس نے ہمارے آریہ دوستوں کی کمریں توڑ دیں۔

ان دنوں برہمو سماج کا بھی پنجاب میں خاصہ چرچا تھا اور پنڈت ستیانند اگنی ہوتری حال بانئ دیو سماج کے ایک چیدہ لیڈر سمجھے جاتے تھے۔ برہمو سماج کا یہ اصول ہے۔ کہ مجرد عقل انسانی نجات کے لئے کافی و وافی ہے۔ اس کے لئے الہام کی کوئی ضرورت نہیں۔ مگر اب حضرت مسیح موعود نے وہ خط و کتابت میں نہایت مدلل طریق سے اس امر کو ظاہر کیا۔ کہ مطلق عقل انسانی رہنمائی کے لئے کوئی ضمانت نہیں ہوسکتی۔ انسانی عقل محدود ہے اسکا گیان غیر محدود انسانی عقل محاط ہے۔ اور وہ محیط اس لئے ایک محدود چیز کی غیر محدود کا احاطہ نہیں کر سکتی اور جب تک اللہ تعالےٰ اپنے الہام اور آکاش بانی . . . . کے ذریعہ انسان کی رہنمائی نہ فرمائے۔ تو انسان کے لئے بہت مشکلات ہیں۔ اور جنہوں نے مجرد عقل پر بھروسہ کیا۔ وہ خدا کی معرفت سے بہت دور ہو کر دہریت کے کنارے پر جا پڑے۔ چنانچہ بعد میں ایک دنیا نے دیکھ لیا۔ کہ وہ پنڈت ستیانند اگنی ہوتری جو یہ کہا کرتا تھا۔ کہ میں خدا کا پریم پتر ہوں۔ وقت آیا کہ مجرد عقل نے اسے دہریہ بنا دیا۔ اور اس کی وجہ سے ایک جماعت خدا کی معرفت اور گیان سے دور جا پڑی اگر اس وقت پنڈت ستیانند اگنی ہوتری خدا کے پیارے بندے کی نصیحت پر عمل کرتے۔ تو یقیناً آج وہ اس حالت کو نہ پہونچتے۔ بلحاظ توحید پرستی سکھ مذہب کو ایک خاص امتیاز حاصل ہے۔ مگر دنیا میں سب سے

پہلے حضرت مسیح موعود نے ہی اس حیران کر دینے والی بات کو دنیا کے سامنے پیش کیا۔ کہ سکھ مذہب کے بانی شری گورو نانک دیو جی مہاراج ولی اللہ اور راسخ الاعتقاد مسلمان تھے۔ اور اس کے لئے ایک مستقل کتاب ست بچن نامی لکھی۔ جس نے سکھ سپرٹ میں ایک خاص ہل چل پیدا کر دی۔ حتیٰ کہ اس کے بعد سکھوں سے کئی ایک مباحثات ہوئے۔ اگر سینکڑوں نہیں تو بیسیوں مباحثے تو یہ خاکسار اڈیٹر نور ہی سکھوں سے کر چکا ہے۔ جس سے باوا نانک کا اسلام روز روشن کی طرح لوگوں پر ظاہر ہو گیا۔ کئی ایک سکھوں کے خطوط میرے پاس موجود ہیں۔ جو دل سے مانتے ہیں۔ کہ واقعی حضرت باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ مسلمان تھے۔ مگر بوجہ رشتہ داری کے تعلقات کے ابھی ان میں اسقدر جرأت نہیں ہوئی۔ کہ وہ علانیہ اپنے اسلام کو ظاہر کر سکیں۔ مگر وقت آ رہا ہے۔ جب انشاء اللہ تعالےٰ سینکڑوں نہیں ہزاروں سکھ مسلمان ہونگے۔ اور حضرت مسیح موعود کی یہ ڈسکوری اپنا رنگ لائے گی مگر ضرورت ہے۔ کہ ہم حضرت مسیح موعود کی اس پیدا کردہ تحریک کو سست نہ ہونے دیں۔ ابھی تک ہماری طرف سے سکھ مذہب میں تبلیغ کے لئے کوئی خاص اہتمام سے کام لیا جاتا تو بلا شبہ سالوں کا نتیجہ مہینوں میں آمد ہو جاتا۔ اس کے بعد سناتن مذہب ہے۔ اس کے لئے تو حضرت صاحب کا صاف الہام ہے۔ کہ ہے رودر گوپال ہوں۔ جس کی مہما گیتا میں گائی گئی ہے۔

غرضیکہ دنیا میں جس قدر مذاہب تھے۔ ان سب پر اس خدا کے پیارے نے ایسا حربہ چلایا۔ کہ جس نے ان مذاہب میں ایک زلزلہ پیدا کر دیا۔ اگر مسیح موعود کا ظہور نہ ہوتا۔ تو بلاشبہ مسیح اور آریہ مذاہب سکھ مسلمانوں کو نگلنے کے لئے تیار بیٹھے تھے۔ مگر اس خدا کے پیارے نے ان مذاہب پر کاری زخم لگا کر دنیا میں مباحثات کا رنگ بدلا یا۔ اور آج ہمارے بڑے سے بڑے مخالف بھی جب کبھی مسیح اور آریہ لوگوں سے مباحثات کرتے ہیں۔ تو وہ بھی حضرت مسیح موعود کے ہتھیاروں کو ہاتھ میں لے کر میدان میں نکلتے ہیں۔ گویا خطرناک سے خطرناک مخالف بھی آپ کے خوبیوں کے سامنے گردن جھکانے کے لئے مجبور ہیں۔ اور زبان حال سے کرشن بھگوان کی جے کے نعرے لگا رہے ہیں۔ اور وہ وقت آئیگا۔ جب کہ دنیا خدا کے اس پیارے کے سامنے سر جھکائیگی۔ اور یہ کرہ ہوائی لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ کے نعرہ سے گونج اٹھے گا۔ اے اللہ تو وہ وقت جلد لا۔ آمین۔

(محمد یوسف اڈیٹر نور)

عرفان کی باتیں

نور ایمان کی تجلی

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدہا واقعات ایسے ہیں۔ جو احباب کے ذوق ایمان کو تازہ کرنے والے ہوتے ہیں۔ مگر ایسے احباب جن کے ساتھ ایسے واقعات پیش آتے ہیں۔ وہ ان کو صرف اپنی ہی ذات تک محدود رکھتے ہیں۔ اور بہت کم ایسے واقعات پبلک کے سامنے آتے ہیں جن سے عام لوگ بھی فائدہ حاصل کر سکیں۔ ہم کو اس قسم کے چند واقعات معلوم ہوئے ہیں۔ احباب کی دلچسپی کے لئے درج کرتے ہیں۔

چودھری عبدالعزیز خاں ضلع جالندھر کے ایک معزز راجپوت ہیں۔ جن کے والد صاحب آسٹریلیا میں بہت مدت رہے۔ جب وہ واپس آئے۔ تو وہ ایک اپ ٹو ڈیٹ جنٹلمین تھے۔ کچھ ان کی صحبت اور کچھ کالج کی تعلیم نے عبدالعزیز خاں پر وہ اثر ڈالا۔ کہ وہ فیشن کے میدان میں اپنے والد صاحب کو بہت پیچھے چھوڑ گئے۔

کچھ مدت کے بعد جب انہوں نے محکمہ بنک ہائے زراعتی میں سب انسپکٹری کی ملازمت حاصل کر لی۔ تو اتفاق سے ان کا ہیڈ کوارٹر قادیان مقرر ہو گیا۔ قادیان میں ان کے ضلع اور ان کے گاؤں کے بھی ان کی برادری کے بہت سے احباب تھے جب یہ قادیان پہنچے۔ تو اس وقت بھی ان کی شان ایک نرالی شان تھی۔ قادیان کے راجپوتوں نے ان کو بہت تبلیغ کی۔ مگر یہ ٹس سے مس نہ ہوئے۔ اس عرصہ میں یہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کو بھی ملے مگر محروم رہے۔ کچھ عرصہ کے بعد حاجی چودھری غلام احمد خاں صاحب سکنہ کریام تشریف لائے۔ جالندھر ہوشیارپور میں حاجی صاحب ایک خاص پوزیشن کے آدمی ہیں۔ ان اضلاع کے لوگ ان کا خاص احترام کرتے ہیں۔ انہوں نے بھی تبلیغ کی اور چاہا۔ کہ چودھری عبدالعزیز خاں کچھ نرم ہوں۔ مگر فائدہ ہوا۔ آخر یہ تجویز ٹھیری۔ کہ عبدالعزیز خاں کو حضرت خلیفۃ المسیح کے حضور پیش کیا جائے۔ ظہر کے بعد حضرت کے سامنے ان کو حاجی صاحب نے پیش کیا۔ اور کہا حضور یہ چودھری عبدالعزیز خاں بنکوں کے انسپکٹر ہیں۔ حضور نے فرمایا۔ میں جانتا ہوں۔ حاجی صاحب نے عرض کی کہ یہ غیر احمدی ہیں۔ حضور دعا فرماویں۔ عبدالعزیز خاں کہتے ہیں۔ کہ اس لفظ نے میری وہ حالت دگر گردی اور میرا سر ندامت سے جھک گیا۔ بیساختہ میرے منہ سے نکل گیا۔ کہ حضور آج میں نے بھی بیعت کرنی ہے۔ آپ نے فرمایا عصر کے بعد

عبدالعزیز خاں کہتے ہیں۔ کہ میرے منہ سے یہ لفظ نکلنے کو تو نکل گئے۔ اور میں نہیں جانتا۔ کہ کس طاقت نے نکلوا دیئے۔ دوستوں اور احباب کی تبلیغی کوششیں میرے لئے کچھ نہ کر سکیں۔ لیکن اس ایک لفظ نے حضرت خلیفۃ المسیح کے سامنے کہ یہ غیر احمدی ہیں۔ میرے حالات کو بالکل بدل دیا۔ اور جس مقام پر مجھے میرے دوست لیجانا چاہتے تھے۔ مجھے آن واحد میں پہنچا دیا۔ کہنے کو تو میں نے کہہ دیا۔ کہ میں بیعت کرونگا لیکن میرا دل پکڑا گیا۔ اور میری طبعیت پر ایک سخت بوجھ پڑ گیا۔ میں نے بات کہی چھوڑ دی میرے دوستوں نے ہر چند چاہا کہ مجھے بلائیں مگر ناکام ہوئے۔

میں بار بار خاموشی کے ساتھ عصر کا انتظار کرتا تھا۔ لیکن عصر اتنی لمبی ہوئی کہ اس کا وقت قریب ہی نہ آتا تھا۔ یعنی انتظار۔ شدید کی وجہ سے وقت لمبا معلوم ہوتا تھا۔

خدا خدا کر کے عصر آئی۔ مجھے میرے دوست لے کر مسجد میں گئے۔ نماز پڑھی۔ بیعت کے لئے آگے بڑھا۔ حضرت کا دست مبارک اپنے ہاتھ میں لیا۔ مجھے یہ معلوم ہونے لگا کہ میں نے دونوں ہاتھوں سے بجلی کی بیٹریاں پکڑ لی ہیں۔ میرے ہاتھ کانپنے لگ گئے۔ میرے جسم سے بجلی کی لہریں پھوٹنے لگیں۔ اور مجھے محسوس ہوتا تھا جیسے کالج میں کبھی بجلی کے تجربے کرتے تھے۔ اور بجلی کی بیٹری ہاتھ میں لیتے تھے۔ تو ہاتھ کانپتے اور جسم سے بجلی خارج ہوتی۔ بعینہ یہ محسوس ہونے لگا۔ سارے جسم میں بجلی کی لہریں دوڑ رہی تھیں۔ . . .

اس نے برقی اثر تمام اعصاب پر ڈالا۔ اور وہ خاموشی خوشی سے بدل گئی۔ بیعت کے بعد میں دوسرے عالم میں نظر آنے لگا۔ چہرے پر ہنسی اور خوشی کے آثار نظر آنے لگے۔

اس دن سے چودھری صاحب نے وہ تغیر کیا۔ کرنیلشن پر لات ماردی۔ تکبر عاجزی سے بدل گیا غرباء کی مجلس کو پسند کرنے لگ گئے۔ اور قادیان کی زندگی کو ہمیشہ کے لئے اختیار کر لیا۔ چودھری صاحب کہا کرتے ہیں۔ کہ اس بجلی کا تصور جب کبھی میں کرتا ہوں۔ تو حیران ہوتا ہوں۔ کہ وہ کیا چیز تھی۔ یہی نور ایمان کی بجلی ہے ؎

برف کا ٹکڑا

حضرت مسیح موعود کی زندگی کا واقعہ ہے۔ کہ آپ اپنی مجلس مبارک میں جلوہ افروز تھے۔ کہ بابو فیروز علی صاحب اسٹیشن ماسٹر آئے۔ انہوں نے حضور سے مصافحہ کیا۔ وہ سنایا کرتے ہیں۔ کہ ان دنوں میری چھاتی میں ایک دھواں سا مجھے معلوم ہوا کرتا تھا۔ اس دھوئیں نے مجھے بیقرار کر رکھا تھا۔ جب میں نے مصافحہ کیا۔ اور آپ کی مجلس میں بیٹھ گیا۔ تو مجھے معلوم ہوا کہ ایک برف کا خوب موٹا ٹکڑا کسی نے پکڑ کر میری چھاتی پر ملنا شروع کر دیا۔ چند سیکنڈ تک یہی حالت رہی۔ میرا سینہ ٹھنڈا ہو گیا۔ مجھے وہ لذت محسوس ہوئی کہ جو بیان سے باہر اور وہ سارا دھواں جاتا رہا۔ پھر کبھی یہ حالت پیدا نہیں ہوئی ؎

نبی کے منہ کی بات

حضرت مسیح موعود کا زمانہ تھا۔ مولوی غلام رسول صاحب راجیکی مع اپنے ایک عزیز کے قادیان سے رخصت ہونے کے لئے حضور کے پاس اجازت حاصل کرنے آئے۔ آپ نے اجازت دیتے ہوئے فرمایا۔ کہ خدا آپ کا حافظ و ناصر ہو۔ اس وقت کچھ سمجھ نہ آئی کہ اس کا کیا مطلب ہے۔ مگر رات کے پچھلے حصے میں وہ قادیان سے چلے۔ مگر چاندنی تھی۔ بٹالے کی سڑک پر کئی دفعہ ان کو سانپ ملے۔ لیکن وہ پاس سے نکل نکل جاتے اور کسی نے ان کو طرف رخ بھی نہ کیا۔ بلکہ ایک سانپ پر تو غلطی سے پیر بھی آگیا لیکن خدا نے اس سے بھی بچا لیا۔ تب معلوم ہوا۔ کہ خدا کے نبی کے منہ سے نکلی ہوئی بات ایک معنے رکھتی تھی۔ اگر آپ یہ نہ فرماتے تو اس رات ضرور سانپ ان پر حملہ آور ہو کر نقصان پہنچا دیتے۔ مگر خدا کے فرستادہ نے اپنی بصیرت سے دیکھ کر ان کو خدا کی حفاظت میں دیدیا۔ اور وہ سانپ ان کا کچھ بگاڑ نہ سکے۔

ایسی باتیں اگر اور احباب کو بھی یاد ہوں۔ تو لکھ کر ارسال فرماویں ؎

(شیخ محمود احمد)

معزز خریداران الحکم

الحکم مجبوراً پندرھویں دن پرچے لکھے کر کے بھیجنا پڑتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ الحکم ڈاک خانہ کے رجسٹریشن سے نکل گیا ہے۔ اور وہ ایک پیسے کے محصول میں نہیں جا سکتا۔ ہم انتہائی کوشش کر رہے ہیں۔ کہ یہ اجازت

ڈلہ میں اہلحدیث کے واعظ کو شرمناک شکست

اہل حدیث کی طرف سے ایک واعظ ادہر ادھر دورہ کرتا سنا جاتا ہے۔ موضع ڈلہ میں جو کاروائی ہوئی اس کی نسبت اہل حدیث نے غلط فہمی پھیلائی ہے۔ اصل واقعات بتصدیق پریذیڈنٹ شایع کئے جاتے ہیں۔ (ایڈیٹر)

مورخہ ۹ راکتوبر ۱۹۲۱ء شام کے وقت مولوی عبدالرحیم مع مہرالدین آتشباز قادیان موضع ڈلہ میں آئے۔ اور بعد نماز عشا کے غیر احمدی جمع ہوئے۔ مولوی مذکور نے وعظ شروع کردیا۔ اور ایک غیر احمدی نے اس مجمع میں باواز بلند پکارا۔ کہ وعظ کے خاتمہ پر جس کی مرضی ہو مولوی صاحب سے مطالبہ کرے۔ یا جو پوچھنا ہو۔ پوچھ سکتا ہے۔ پھر تقریر شروع ہوگئی۔ چنانچہ بہت سی ہیر پھیر کے بعد مولوی صاحب نے ایک مسئلہ بیان کیا۔ کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت ایک یہودی سوسمار یعنی گوہ پکڑ کر لایا۔ اور نبی کریم سے معجزہ طلب کیا۔ کہ اگر یہ گوہ آپ کی شہادت دیوے۔ تو میں (یہودی) اسلام کو قبول کرلوں گا۔ چنانچہ گوہ نے حسب الارشاد نبی کریم بلند آواز سے کلمہ شہادت پڑھنا شروع کردیا۔ ایسا معجزہ دیکھ کر یہودی نے بھی کلمہ پڑھا۔ اور مشرف با اسلام ہوا۔ اور مولوی مذکور نے ترغیب دی۔ کہ نبیوں میں ایسے ہی معجزہ ہوا کرتے ہیں۔ محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے جو چراغ روشن کیا ہے۔ کسی کی پھونک سے نہیں مرسکتا۔ چنانچہ یہ شعر بھی پڑھا ؎

چراغے را کہ ایزد بر فروزد
کسے کو تف زند ریشش بسوزد

بعد ازیں بلا دلائل مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تکذیب شروع کی۔ اور حقارت آمیز کلمات مونہہ پر لاتا رہا۔ مجمع کے قریب احمدی بھی موجود تھے وہ خاموش ہوکر سنتے رہے۔

پھر مولوی صاحب مذکور نے ایک مسئلہ بیان کیا کہ نبی کریم نے صحابیوں میں ایک سیدھا خط زمین پر کھینچا۔ اور فرمایا کہ یہ میری صراط مستقیم ہے۔ اور اسی خط میں سے ٹیڑھے خط بہت سی اطراف مختلف کھینچے اور فرمایا۔ ان خطوں پر چلنے والے جو اسلام میں رخنہ انداز ہیں۔ کئی فرقہ ہو جاویں گے۔ اور وہ سب کے سب دوزخی ہیں۔ اور مولوی نے یہ بھی کہا۔ کہ اُمت محمدیہ (اگرچہ بے عمل ہو اور گنہ گار ہو) صرف کلمہ طیب کے پڑھنے سے نجات پا جائیگی۔ بلکہ سننے والے اور نزدیک سے گذرنے والے بھی بخشے جاوینگے تقریر ختم ہوئی۔

پھر احمدیوں میں سے مولوی عطا ربی سکرٹری انجمن احمدیہ ڈلہ مجمع میں بڑھے۔ اور دلائل کا مطالبہ کیا۔ جس پر مولوی مذکور دم بخود ہوگیا۔ اور کہنے لگا کہ دو گھنٹہ کے بعد گفتگو کروں گا۔ اور مطالبہ کا جواب دوں گا۔ مولوی عطا ربی احمدی نے کہا کہ پھر لوگ منتشر ہو جاویں گے مزہ نہیں رہے گا۔ غرضیکہ غیر احمدیوں کے نہایت اصرار سے بہت مرتبہ کہنے پر مولوی کو بحث پر آمادہ کیا۔ مولوی عطا ربی نے کہا کہ ہر ایک فریق کے لئے دو دو گھنٹہ وقت ہونا چاہیئے۔ مگر مولوی کے حواس باختہ ہوئے جاتے تھے۔ ایک گھنٹہ پھر نصف گھنٹہ غرضیکہ دس منٹ بھی منظور نہ کئے۔ صرف پانچ منٹ وقت مقرر ہوا۔ پنڈت دیوا چند صاحب پریذیڈنٹ قرار پائے۔ اوّل وقت احمدیوں کی طرف سے مولوی عطا ربی نے مرزا صاحب کی صداقت پر قرآن شریف کی آیت پڑھی

وہو ہذا - وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا
پھر اس کی تشریح کی - کہ یہ عالمگیر تباہیاں طاعون
وانفلوانسزا اسنجار و جنگ یورپ و زلزلے آئے و قحط
یہ مجموعہ آفتوں اور بلاؤں کا عذاب ہے تو حسب
قانون کتاب اللہ کے رسول مبعوث ہونا چاہیئے -
مولوی نے کہا سعدی کے زمانہ میں دمشق میں عذاب
قحط ہُوا تھا - اس وقت کون نبی ہُوا تھا - اس کے
ثبوت میں بوستان کا مصرع پڑھا سہ

چناں قحط سالے شد اندر دمشق

اور ساتھ ہی یہ بھی کہا - کہ مسیح موعود تو فوت ہو
ہیں - اب یہ گرانی نرخ آرد وغیرہ کس رسول کی
وجہ سے ہے - رسولوں کا آنا اب موقوف ہے کوئی
نبی اب نہیں آسکتا - مرزا صاحب کی کاروائی سب
بناوٹی ہے - مولوی عطا ربی نے کہا - کہ یہ زمانہ مسیح
موعود کا ہے - اگرچہ فوت ہو چکے ہیں لگ بھگ
زمانہ اوسی نبی کا ہوتا ہے - مولوی عبدالرحیم نے
اس مضمون کو چھوڑ دیا - اور دوسری طرف رخ کیا
کہ مرزا صاحب کی کوئی پیشگوئی سچی نہیں - اسواسطے
ماننے کے قابل نہیں ہیں - عیسےٰ علیہ السلام زندہ ہیں
وہی آسمان سے نازل ہونگے - ان کی جگہ پر کوئی
غیر نہیں آسکتا - مرزا صاحب کا سلسلہ فضول ہے
پھر مولوی عطا ربی سیکرٹری انجمن احمدیہ ڈلہ
نے کہا - کہ تم بہادری دکھلاؤ - آپ کو وقت دیا جاتا
ہے - جس مدت تک چاہو - مرزا صاحب کی پیشگوئیوں
پر اعتراض کر لو - بعد اس کے جواب سن لو - کہ کیسے
آپ کا پول کھولا جاتا ہے - اور عیسے علیہ السلام
کی وفات ثابت کر دی جاویگی - اور محمد صلے اللہ علیہ
وسلم - کی حیات کیونکہ حیات النبی کا خطاب انہیں
کو ہے - نہ کہ عیسیٰ کو - یقیناً یاد رکھو کہ محمد صلے اللہ
علیہ وسلم مع اپنے معجزات کے قیامت تک زندہ ہیں
اور مسیح موعود انکا بروز ہے - اسی کے جام سے پانی
پینے والا اور اسی کے باغ سے پھل کھانے والا جس
کی تعلیم نور علےٰ نور ہے - مولوی صاحب بہت گھبرائے
اور چڑ گئے - اور چاہتے تھے - کہ اصل بات لوگوں پر
ظاہر نہ ہو جاوے - حیات النبی کا محمد صلے اللہ علیہ وسلم
کے متعلق حوالہ مانگا - اور کہا کہ کہاں سے ثابت کر سکتے
ہو جلدی بتلاؤ - اسی ہیر پھیر میں وقت ختم - مولوی عطا ربی
نے بیان کیا - کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو
قرآن مجید ثابت کرتا ہے - چنانچہ آیت پڑھی گئی - کہ نبی
تو نبی شہید بھی زندہ ہیں - ولا تقولوا لمن یقتل فی
سبیل اللہ امواتاً بل احیاء جس کی تشریح کی گئی اور
حضرت مرزا صاحب کی زندگی کے لئے یہی کافی ہے - کہ افریقہ
میں فوج در فوج لوگ دین میں داخل ہوتے جاتے ہیں
مولوی عبدالرحیم صاحب نے کہا کہ یہ بالکل جھوٹ
ہے - کوئی دین میں داخل نہیں ہوتا - یہ احمدیوں کی
بناوٹیں ہیں - جس کا کوئی ثبوت نہیں ہے - لوگوں کو
ورغلانے کے واسطے یہ کاروائی کرتے رہتے ہیں -
مولوی عطا ربی نے کہا - کہ افریقہ کے متعلق ہم اشتہار
دکھا سکتے ہیں - اور علماء کے خلاف کرنا مسیح موعود کا
حق ہے - کیونکہ وہ حکم ہے - اور ضروری ہے - کہ علماء
کی غلطی نکالے - اور علمائے زمانہ کی بابت نبی کریم کی
حدیث پیش کی وہو ہذا - عن علی قال قال رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم یوشک ان یاتی علے الناس زمان
لا یبقی من الاسلام الا اسمہ ولا یبقی من القرآن الا
رسمہ مساجدہم عامرۃ وھی خراب من الھدیٰ علماء
ھم شر من تحت ادیم السماء من عندہم تخرج
الفتنۃ وفیہم تعود (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)
مولوی عبدالرحیم صاحب کا وقت - کہا کہ اس وقت

وہی زمانہ ہے۔ کہ سب علماء شریر ہو جاویں گے۔ تو مرزا صاحب بھی انہیں کے ساتھ شامل ہو گئے۔ وہ اکیلے کیسے رہ سکتے ہیں۔ ہم مرزا صاحب کی تبلیغ کو نہیں مان سکتے۔ وہ تمام علماء کے خلاف ہے۔ اور قرآن کے معنے من گھڑت لگاتے ہیں۔ اور رسول کی تفسیر کو نہیں مانتے۔ ہم تو اسی کے قایل رہیں گے جو رسولی حکم ہے۔ ایسے ہیر پھیر میں وقت ختم کر دیا۔ اصل بات کا بالکل جواب نہ دیا اور نہ دے سکتے تھے۔ شور ڈال دیا اور اصل مقصود تک لوگوں تک نہ پہونچنے دیا۔ مباحثہ برخواست ہو گیا جس پر مولوی عطاء اﷲ بی نے کہا۔ کہ رطب یابس کو جانے دو۔ صرف کتاب اللہ پر فیصلہ کر لیتے ہیں۔ قرآن مجید سے سوال ہو۔ اور قرآن شریف سے ہی جواب ہونا چاہیئے۔ مولوی عبدالرحیم نے اس سے انکار کر دیا۔ کہ میں ہرگز ایسا نہیں کروں گا۔ بلکہ حدیث وغیرہ کتابیں ساتھ ہی شامل رکھوں گا۔ مولوی عطار بی نے کہا۔ کہ قرآن مجید غیر احمدیوں گلا گھونٹ دیتا ہے۔ مولوی عبدالرحیم نے کہا۔ کہ حدیث مرزائیوں کا گلا گھونٹتی ہے۔ مولوی عبدالرحیم کو ان کی وعظ کی اجرت للعہ روپے ملگئے اور علے الصباح فجر کی نماز میں امام بنے۔ نماز فرض ادا کر کے بعدہ سنتیں پڑہیں اور رخصت ہو گئے۔ وقت روانگی مولوی عطار بی نے کہا۔ آؤ قرآن سے فیصلہ کریں۔ مگر مولوی صاحب خاموش چلے گئے۔ احمدیوں کو اللہ تعالے نے فتح دی۔ الحمد للہ علے ذالک ؞

قادیان والا مہر الدین آتش باز دوران مباحثہ میں وہاں موجود نہ تھا۔ ایک شادی کے موقعہ پر آتشبازی چلا رہا تھا۔ مباحثہ کے خاتمہ پر واپس آیا تھا۔

راقم المعروف قاضی حسن محمد و محمد سعید متعلم مدرسہ احمدیہ قادیان۔ از ڈلہ

(پنڈت دیوان چند صاحب پریذیڈنٹ از ڈلہ)

تحریک ترک موالات پر ایک بنگالی کے خیالات

سوراج کے نازل ہونے میں بمشکل دو ماہ باقی رہ گئے ہیں۔ لیکن آثار سے وہ اب بھی اتنا ہی دور نظر آتا ہے۔ جتنا کبھی تھا۔ البتہ اس بے اثر تحریک نے لوگوں کے اندر بہت سی خرابیاں پیدا کر دی ہیں۔ جن کی موجودگی سوراج کو قریب تر لانے کی بجائے اسے اور پیچھے ڈال رہی ہے۔

مثلاً جو لوگ اہنسا اور عدم تشدد کا اس قدر زور دار پرچار کرتے ہیں۔ ان میں سے ۹۰ فیصدی ایسے ایسے ہیں۔ جو خود اس اصول پر عمل نہیں کرتے اور مالابار کے واقعات کو دیکھا جائے۔ تو کہنا پڑتا ہے۔ کہ الٹا اس اہنسا کی تعلیم نے لوگوں کو زیادہ خونریز بنا دیا ہے۔ اسی طرح سکولوں۔ کالجوں کونسل وغیرہ کے بائیکاٹ کا اثر عملی طور پر جو کچھ ہوا۔ وہ بھی سب پر ظاہر ہے۔

لیکن سب سے زیادہ افسوسناک ریاکاری کھدر کی پوشش میں برتی جا رہی ہے۔ ہم کھدر کے مخالف نہیں۔ اور ایک کھدر پر کیا موقوف ہے۔ ہم اس بات کے زبردست حامی ہیں۔ کہ ہر ایک ہندوستانی صرف سودیشی چیزیں استعمال کرے۔ مگر عملی طور پر ہم دیکھتے ہیں۔ کہ حامیان قطع تعلق باہر نمود و نمائش کے لئے تو کھدر پہن کر پھرتے۔ مگر گھروں میں مرد عورتیں سب باریک ولائیتی دھوتیاں باندھتے اور یورپین درزیوں کے سلے ہوئے فیشن ایبل کپڑے پہنتے ہیں۔ اس خرابی کو اس وجہ سے اور بھی ترقی

ہو رہی ہے۔ کہ کہا جاتا ہے۔ مہاتما جی کا حکم ہے۔ بدیشی کپڑوں کو گھروں میں استعمال کیا جا سکتا ہے۔

ایک اور ضروری شرط حصول سوراج کے لئے اچھوتوں کے ساتھ مساوی سلوک کرنے کی تھی۔ مگر کیا کوئی صاحب بتا سکتے ہیں۔ کہ اس میں عملی طور پر کس حد تک کامیابی حاصل کی گئی ہے۔ بہت سی عورتیں اور مرد جو اپنے آپ کو پولیٹیکل سنیاسی ظاہر کر رہے ہیں۔ امریکہ اور فرانس کی گدگدی موٹروں کے بغیر ایک قدم نہیں چل سکتے اور ریل گاڑیوں میں بھی ان کے لئے درجہ اوّل کی گاڑیاں مخصوص ہونی ضروری ہیں۔ اگر وہ اپنے لئے ان باتوں کو روا رکھتے ہیں۔ تو انہیں دوسروں کو یہ کہنے کا کیا حق حاصل ہے۔ کہ تم لوگ سادہ زندگی بسر کرو۔

ایک اور خرابی پبلک سے وصول کردہ چندوں کے حساب کی گڑبڑ سے پیدا ہو رہی ہے۔ اس سال کے شروع میں علی برادران سے بعض رقوم کا حساب مانگا گیا تھا۔ وہ مصروفیت کے بہانہ سے آج تک پیش نہیں کیا گیا۔ یہی حال تلک سوراج فنڈ کا ہے۔ فراہمی کے وقت تو اتنا زور دیا جاتا تھا۔ کوئی جانے اس کے جمع ہوتے ہی سوراج مل جائے گا۔ مگر اب کسی معلوم نہیں وہ کہاں ہے۔ کس کے پاس ہے۔ کتنا ہے۔ اور اس سے کیا کام لیا جاتا ہے؟

ایک نئی تحریک پولیس اور فوج کی ملازمت کو بائیکاٹ کرنے کی ہے۔ مگر جن لوگوں نے اس تحریک کا بیڑہ اٹھایا ہے۔ کیا انہوں نے کبھی اس پر بھی غور کیا ہے۔ کہ پولیس اور فوج کی موجودگی کے بغیر ملک کے اندر امن اور حفاظت کا انتظام کیونکر ہو سکتا ہے۔ اور ہم پوچھتے ہیں کہ کیا وہ لوگ جنہوں نے بمبئی والے اعلان پر دستخط کئے۔ کیا وہ سچ مچ جیل میں جانا چاہتے ہیں۔ اگر ایسا ہے۔ تو وہ قوم کے لیڈر کیونکر کہلا سکتے ہیں۔ لیڈر کا کام یہ نہیں۔ کہ وہ کوئی ایسا فعل کرے جسے وہ قابل سزا سمجھتا ہو۔ از خود جیل میں چلا جائے بلکہ اس کا کام لوگوں کے بیچ میں رہ کر ان کی رہبری کرنا ہوتا ہے۔

یہ اور ایسی ہی بیسیوں خرابیاں ہیں۔ جو تحریک سوراج میں داخل ہو چکی ہیں۔ اور اس کے حامیوں کا یہ فرض ہے۔ کہ وہ ان ٹھنڈے دل سے غور کر کے پہلے انہیں رفع کرنے کی کوشش کریں

(ہمالہ)

بقیہ صفحہ ۲

دعا کی درخواست کرو۔ میں نے خدمت اقدس میں یہ عرض کی۔ حضور نے براہ شفقت فرمایا۔ کہ میں دعا کروں گا۔ کچھ دن کے بعد نواب صاحب ممدوح کا خط میرے پاس آیا۔ کہ خبر نہیں کہ تم نے دعا کی درخواست حضور سے کی یا نہیں۔ میں بدستور بیمار ہوں۔ میں نے یاد دہانی کے لئے ایک رقعہ میں یہی الفاظ لکھ کر حضرت کی خدمت میں اندر بھیجا اس پر حضرت اقدس نے یہ الفاظ اپنے دست مبارک سے تحریر فرمائے۔ میں نے سرسری طور پہ دعا کی تھی خداتعالٰی کی درگاہ خالہ جی کا گھر نہیں۔ نواب کو لکھے کہ اگر دعا کرانا چاہتا ہے۔ تو اپنے ہاتھ سے مجھے خط لکھے ان کلمات طیبات نے مجھ پر ایک عجیب اثر کیا۔ اور اس دن تقریباً دن بھر مجھ پر گریہ طاری رہا۔ خاکسار علی احمد بھاگلپوری۔ (ایم۔ اے)

تاریخ احمدیت مالابار میں

کتابی شکل میں چھپنی شروع ہوگئی ہے۔ صرف چار سو جلد چھپوائی گئی ہے۔ قریباً دو سو مالابار میں چلی جائیگی۔ اور باقی احباب کے لئے صرف دو سو جلد رہجائیگی اس لئے جو احباب پہلے آرڈر دیں گے۔ ان کو کتاب بھیجدی جائیگی۔ پندرہ نومبر تک کتاب کے چھپ جانے کی امید کامل ہے۔

(درخواستیں بنام مینجر اخبار الحکم کریں)

سلک مروارید حصہ اوّل دوم سوم

سلک مروارید کے دو پہلے حصے نہایت قدر و عزت کی نظر سے دیکھے گئے۔ اور احمدی مستورات میں ان رسالوں نے قبولیت ہی حاصل نہیں کی۔ بلکہ خدا کے محض فضل سے وہ مفید ثابت ہوئے ہیں۔ وہ دو دو مرتبہ چھپ چکے ہیں۔

ان رسالجات کے ذریعہ بہت سے مردوں نے بھی فائدہ اٹھایا ہے۔ اور یہ خدا کا فضل اور کرم ہے اس میں سمجھ اور باتوں کے سلیمہ کا پادریوں سے مسیح ابن مریم کی خصوصیات پر ایک لطیف مباحثہ ہے۔ اور کیمیاگر اور شعبدہ باز فقیروں کے ہتھکنڈوں سے آگاہ کیا گیا ہے۔ میری غرض اس قسم کے رسالوں کی اشاعت سے عورتوں کے مذاق کی اصلاح اور ان میں دینداری کا جذبہ پیدا کرنا ہے۔ احباب اگر اس کثرت سے ان کو پھیلائیں گے۔ تو انشاء اللہ اس نیک کام میں وہ میرے معین ہونگے۔ اس رسالہ کی قیمت چار آنے علاوہ محصول ڈاک ہے۔ زیادہ جلدیں منگوانے میں محصول ڈاک کی کفایت رہے گی۔ ایک جلد کے لئے وی پی وغیرہ کا خرچ چھ آنے پڑینگے اس لئے دس بیس جلدیں اکٹھی منگائی جاویں۔ تو نہ صرف محصول میں کفایت ہوگی۔ بلکہ پی دو آنہ وی کا ہر جلد پر بچ جائے گا۔ سب پر دو ہی آنہ لگے گا۔ کتابوں کی اشاعت کا کام سہولت کے لئے میں نے اپنے دوسرے بیٹے محمد ابراہیم کے سپرد کر دیا ہے۔ اس لئے اس کے وی پی بھی اس کے نام سے ہوں گے۔ حصہ دوم کی قیمت ۶/ ہے۔ بہت تھوڑی جلدیں رہ گئیں ہیں۔ اس لئے جلد منگوالیں۔

درخواستیں بھی اس پتہ پر روانہ فرماویں۔

شیخ محمد ابراہیم علی مینجر الحکم بک ایجنسی قادیان ضلع گورداسپور

اردو کو تمام ہندوستان کی زبان بنانیکی تجویز

ڈاکٹر انصاری نے پولٹیکل کانفرنس صوبہائے متحدہ آگرہ میں ایک ریزولیوشن اس مطلب کا پیش کیا۔ کہ آل انڈیا کانگرس کمیٹی سے استدعا کی جائے۔ کہ کانگرس کی کاروائی ہندوستانی زبان میں تلمبند ہوا کرے۔ اور جب سخت ضرورت ہو تو اس صوبہ کی زبان میں درج ہو۔ جہاں کانگرس کا اجلاس ہو یعنی جہاں تک ممکن ہو۔ انگریزی زبان سے کام لینا ترک کر دیا جائے۔ مخالفین کانگرس بعض اوقات یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ ہندوستان سوراج کی قابلیت نہیں رکھتا۔ کیونکہ ہندوستان کوئی ایک قوم نہیں ہے۔ کہا جاتا ہے۔ کہ ہندوستان کے حدود اربعہ میں مختلف قومیں۔ مختلف نسلیں آباد ہیں۔ جن کے جداگانہ تمدن ہیں۔ مگر کانگرس نے گذشتہ پندرہ مہینے کے اندر مختلف قوموں کی ۲

۲ باہمی مغائرت کو بڑی حد تک رفع کر دیا ہے۔ لہذا اب یہ ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس کام کو انجام تک پہونچایا جائے۔ تا کہ ہندوستان بھر کی ایک زبان ہو جائے۔ اور کوئی وجہ نہیں ہے۔ کہ ہندوستان میں ایک زبان رائج ہو سکے۔ کیونکہ ہمارے ملک میں ایک زبان ایسی ضروری ہے۔ جسے سب لوگ استعمال کر سکتے ہیں۔ اور وہ ہندوستانی زبان ہے۔ جسے سب بول سکتے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے۔ کہ ہندو اور مسلمان اپنی تقریروں اور تحریروں میں نہایت سادہ الفاظ سے کام لیا کریں۔ ہندوستانی زبان تقریباً تمام صوبوں میں سمجھی اور بولی جاتی ہے۔ اور جن صوبوں میں کافی طور پر سمجھی اور بولی نہیں جاتی۔ وہاں کے لوگ بھی اسے تین چار مہینے میں حاصل کر سکتے ہیں۔ کیونکہ یہ نہایت آسان زبان ہے۔ (وکیل)